اسلام میں قصاص کی سزا: ایک تحقیقی جائزہ

Retribution (Qisas) in Islam: A research evaluation

محمد زبیر[i] ممتاز خان[ii]

Abstract

Islam is a religion based on natural phenomenon. It represents a complete and comprehensive guideline for every age. To maintain a constructive and positive social set up and address the crimes, Islam introduces an appropriate and relevant criminal code. Qisas (equality in revenge) is one of them. It is a divine punishment provides surety of protection to life and decreases the rate of massacre. Islam favors the act of forgiveness and sympathy no doubt, but sometimes the circumstances insist to maintain the law and order to relieve the innocent public from the bad influence of evil doers. The legitimacy of Qisas has been acknowledged in every society.

This article deals with some salient features of this punishment. Likewise the observations regarding this code have also been appraised.

Key words: *Crimes, Punishment,Forgiveness , Death*

اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو دوسرے ادیان اور فلسفہ ہائے حیات کے برعکس ایک جامع، مکمل، انسانی فطرت کے موافق اور ہر دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ قانونی اور اخلاقی نظام پیش کیا ہے۔ دنیا میں امن وامان، عدل وانصاف کے قیام اور فتنہ وفساد کے انسداد کے لئے اسلام نے ایک

i اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

ii ایم فل سکالر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

معقول فوجداری ضابطہ پیش کیا ہے جن میں قصاص بھی شامل ہے۔ قصاص ایک قرآنی سزا ہے جو انسانی حیات کے تحفظ اور قتل وغارت جیسے سنگین جرائم کی روک تھام میں مؤثر کردار ادا کرتا چلا آرہا ہے۔ اسلام عفو درگذر کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس کو اولیت دیتا ہے تاہم معاشرتی امن وسکون برقرار رکھنے کی خاطر ایسے افراد کو کیفر کردار تک پہنچانے کا حکم بھی دیتا ہے جو معاشرے کے لئے ناسور ثابت ہوتے ہیں۔ اسلام کے علاوہ ہر زمانے کے اہل علم وخرد نے قصاص کو درست اقدام قرار دیا ہے۔ زیر نظر مقالے میں اس سزا پر اٹھنے والے چند شبہات کا جائزہ لے کر اس کے روشن پہلو واضح کئے گئے ہیں۔

جرائم سے نمٹنے کے حوالے سے دو چیزوں کا سہارا لینا ضروری سمجھا گیا ہے جن میں ایک قانون ہے اور دوسری اخلاق۔ قانون اور اخلاق دونوں کا ہدف اگرچہ ایک ہی ہے تاہم دونوں کے دائرے الگ الگ ہیں۔ حالات، معاشرتی تقاضوں، نفسیاتی ضروریات اسی طرح افراد کے مزاج میں تبائن کے پیش نظر کبھی اخلاق مؤثر ثابت ہوتا ہے تو پھر کبھی قانون کو حرکت دینا ناگزیر ہوتا ہے۔ اگر ان دونوں کے درمیان یہ فرق ملحوظ نہ رکھا جائے تو آپس کا یہ بے ہنگم تداخل امن وامان کے قیام میں رکاوٹ ڈال کر لاقانونیت کے لئے راہ ہموار کر دیتا ہے۔

دین فطرت ہونے کے ناطے اسلام نے قانون اور اخلاق دونوں کی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے ہر ایک کے لئے الگ الگ دائرہ اثر مقرر کیا۔ اس نے جہاں ایثار وہمدردی، عفو ودرگذر، حلم وبردباری، رحم وکرم جیسے اعلیٰ اوصاف اپنانے کی ترغیب دی ہے وہاں عدل وانصاف کے قیام، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تعمیل اور ہر سطح پر ظلم وعدوان کے انسداد کو بھی یقینی بنایا ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ[1]

"تحقیق اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں قانون اور اخلاق دونوں کا تذکرہ ہے۔ عدل کا لفظی معنی برابری ہے[2] اور احسان عفوودرگذر کے مفہوم کو شامل ہے۔ کسی کے ساتھ برابر کا معاملہ کرنا عدل ہے اور اس کو معاف کر چھوڑ دینا احسان ہے۔

عدل کے قیام کا حکم جس طرح ایک فرد کو ہے اس سے کہیں زیادہ ایک ادارے اور ریاست کو ہے جس کو بالفاظ دیگر قانون اور ضابطے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب کہ عدل کے مقابلے میں احسان ایک شخصی اور انفرادی معاملہ ہے عدل یا قانونی انصاف ہر دور کے معاشرہ کی جزو لاینفک رہی ہے اور ہر زمانے کے اصحاب علم وبصیرت نے اس کی ضرورت وافادیت تسلیم کیا ہے۔

پوری تاریخی دستاویزات کی چھان بین سے واضح طور پر یہ عیاں ہوتا ہے کہ تنہا اخلاقی فلسفہ ہی کسی معاشرے کی حالت سدھارنے اور اس کو ہر قسم کی ناہمواری سے نکالنے کے لئے کبھی کافی نہیں رہا اور بہر حال قانون کو حرکت دینے کی ضرورت محسوس ہو کر قانونی تقاضوں پر عمل کرنا ناگزیر سمجھا گیا ہے۔ بداہۃً ثابت ہے کہ جرم کا صادر ہونا ایک فطری امر ہے اور عمل و کردار کے اعتبار سے لوگ ایک طرح کی طبعیت کے مالک نہیں ہوتے۔ جہاں نیک خو، بردبار، متواضع اور تشدد برداشت کرنے والے موجود ہوتے ہیں وہاں ظالم وجابر، غاصب، دوسروں کے حق شکن اور قانون واخلاق کی خلاف ورزی کرنے والوں کی بھی کمی نہیں رہتی۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ناطے جہاں اخلاقیات پر زور دیتا ہے وہاں قانون کی بالادستی اور عدل وانصاف کے قیام کو بھی غیر معمولی اہمیت دیتا ہے۔ اخلاقیات اور قانونِ عدل کا توازن معاشرتی اعتدال کا ضامن ہے اور اس کے نتیجے میں ایک فلاحی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

اسلام کا نظام ریاست مضبوط بنیادوں اور فطری اصولوں پر مبنی ایک غیر متبدل اور ہر زمانے سے ہم آہنگ قانونی لائحہ عمل ہے۔ اس میں جہاں اللہ تعالی کے حقوق بجالانے کی ترغیب ہے وہاں حقوق العباد کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے ہر انسان کی جان ومال اور اس کی عزت وآبرو کے تحفظ کو یقینی بنانا اس کی ترجیحات میں شامل ہے۔ اسلام میں سزاؤں کے نفاذ کا مقصد بھی انسانیت کی تذلیل نہیں بلکہ جرائم کی روک تھام اور عبرت ونصیحت دلانا ہے۔

جن جرائم سے مقاصدِ شریعت کا استیصال ہوتا ہو اور کوئی انفرادی یا اجتماعی حق ضائع ہوتا ہو تو ان کے لئے شریعت میں دو قسم کی سزائیں متعارف ہیں۔

1: حدود وقصاص　　2: تعزیرات

حدود وقصاص

حدود

حد کی لغوی معنی دو چیزوں کے درمیان کی روک، جو ایک دوسرے کو دوسری سے ملنے نہ دے یا ایک کو دوسری سے جدا کردے۔ جبکہ حد کی معنی سزا بھی ہے اور سزا کو حد اس لیے بھی کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے مجرم کو جرم کے دوبارہ ارتکاب سے روکا جاتا ہے۔ حد کی جمع حدود ہے اور حدود اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکام (اوامر ونواہی) یا حقائق معانی احکام الہیٰ ہیں[3]۔

حدود وہ سزائیں ہیں جن کا تعین وحی کے ذریعے کیا گیا ہے۔ حد ایک فقہی اصطلاح ہے جس کی تعریف علامہ ابو بکر کاسانیؒ (م۵۸۷ھ) نے ان الفاظ میں کی ہے:

عقوبة مقدرة واجبة حقا لله تعالیٰ[4]

"حد وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر ہے۔"

حدود میں اللہ تعالیٰ کا حق غالب ہوتا ہے اور ان کو نافذ کرنے کا اختیار تمام تر شرائط پوری ہونے کے بعد اسلامی ریاست کو حاصل ہوتا ہے دوسرے یہ کہ مقرر ہونے کی وجہ سے ان میں کمی بیشی یا ثابت ہونے کے بعد پس انداز کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ حق اللہ سے مراد اس مصلحت اور فائدے کا حصول ہے جو مفاد عامہ سے تعلق رکھتا ہے چنانچہ حدود کے نفاذ سے عمومی اور اجتماعی مفادات کو پذیرائی ملتی ہے جو اسلامی شریعت کا محور ہے۔

تعزیر کی فنی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

ارْتِكَابُ جِنَايَةٍ لَيْسَ لَهَا حَدٌّ مُقَدَّرٌ فِي الشَّرْعِ۔[5]

"تعزیر وہ سزا ہے جو کسی ایسے جرم کی پاداش میں دی جاتی ہے جس کے لئے شریعت میں کوئی حد مقرر نہ ہو۔"

تعزیر حاکم وقت کی صوابدید پر موقوف ہوتی ہے۔

قصاص

قصاص کا لغوی معنی نشانی کے پیچھے پڑنا، مماثلت اور برابری ہے[6] یہ لفظ سزا کے مفہوم میں مستعمل ہے۔ چوں کہ مقتول کے ورثاء مجرم کی جنایت کی نشانی ڈھونڈ کر اس سے برابر کا بدلہ لیتے ہیں اس وجہ سے اس بدلہ لینے کو قصاص کہتے ہیں۔

قصاص کو عموماً حدود سے علیحدہ باب الجنایات کے تحت ذکر کیا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص میں بندے کا حق غالب ہے اور اس کے ثابت ہونے کے بعد بھی اس میں مقتول کے ورثاء کی جانب سے قاتل کو معافی دی جاسکتی ہے۔

قصاص کی مشروعیت متفق علیہ ہے اور قرآن وسنت کے قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ لیکن سب سے پہلے قتل ناحق کی شناعت وقباحت پر نظر ڈالتے ہیں کہ اسلامی نقطہ نظر میں یہ کتنا گھناؤنا جرم ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کے قتل ناحق کو ساری انسانیت کے قتل کے برابر قرار دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَافَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا[7]

"جس کسی نے بغیر بدلے یا زمین میں فساد کئے بغیر کسی نفس کو قتل کیا تو گویا وہ ایسا ہی ہے جیسے نے ساری انسانیت کو قتل کیا اور جس نے کسی نفس کو زندگی دی تو گویا اس نے پوری انسانیت کو زندگی دی۔"

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا[8]

"جس کسی نے قصداً کسی مسلمان کو قتل کیا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی طرف سے لعنت نازل ہو گی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

قتل ناحق کو جس طرح دنیا کے اندر ایک سنگین گناہ سمجھا گیا ہے اسی طرح روز محشر میں بھی سب سے پہلے اس بارے میں فیصلہ ہو گا چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

"قیامت کے دن سب سے پہلے قتل و مقاتلہ کے معاملات نمٹائے جائیں گے[9]۔"

حدیث میں قتل ناحق کو ان جرائم کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے جو اکبر الکبائر ہونے کے ساتھ ساتھ تباہ کن بھی بتائے گئے ہیں[10]۔

ارشاد نبوی کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری دنیا کی بربادی ایک مؤمن کے قتل ناحق کی بہ نسبت ہلکا نقصان ہے[11]۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں نفس انسانی کی اتنی عظمت ہے کہ اس کو ناحق مار ڈالنے میں اگر اہل دنیا اور اہل اسمان شریک ہوں تو سب کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈال دیں گے[12]۔

کسی مسلمان کے قتل میں کسی قسم کی مدد و تعاون حرام ہے یہ نہ صرف گناہ میں شریک ہونا ہے بلکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری بھی اس شخص کی مقدر بنے گی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: "جس کسی نے کسی مسلمان کی قتل میں قاتل کے ساتھ آدھی بات کے برابر ہامی بھر لی تو قیامت کے دن یہ شخص اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہو گا کہ یہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہے۔"[13]

قصاص کا ثبوت شرائع من قبلنا میں

قصاص کا حکم اسلام سے پہلے تورات میں بھی موجود تھا جس کی وضاحت قرآن مجید ان الفاظ میں کرتا ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ[14]

"اور ہم نے ان اہل کتاب پر تورات میں یہ حکم مقرر کیا کہ جان کے بدلے میں جان ہوگی آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت ہوگا اور زخموں میں برابری ہوگی۔"

قصاص کا ثبوت کتاب اللہ سے

سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى[15]

"اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے بارے میں قصاص (قتل کے بدلے میں قتل) فرض کیا گیا ہے۔"

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا[16]

"اور مت قتل کرو اس نفس کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اور جو ظلماً قتل کیا گیا پس ہم نے اس کے ولی کے لئے غلبہ (قصاص لینے کا حق) عطا کیا ہے پس وہ بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے بے شک اس کی مدد کی گئی ہے۔"

سورۃ البقرۃ میں ایک اور مقام پر ان الفاظ میں قصاص اور بدلے میں برابری کا تذکرہ ملتا ہے:

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ[17]

"حرمت کے مہینے کے بدلے میں حرمت کا مہینہ ہے اور عزتوں میں قصاص (بدلہ) ہے۔ پس جو کوئی تم میں سے زیادتی کرے تو اس پر اس قدر زیادتی کرو جتنا تمہارے اوپر کیا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے ساتھ ہیں۔"

سورۃ النحل میں ارشاد باری ہے:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ[18]

"اگر تم بدلہ لینا چاہو تو اتنا بدلہ لو جتنا کہ تم پر زیادتی کی گئی ہے۔"

سنت رسول ﷺ سے قصاص کا ثبوت

✓ کسی کلمہ گو مسلمان کا قتل تین صورتوں کے علاوہ حرام ہے۔ان مستثنیٰ صورتوں میں قصاص ،رجم اور ارتداد شامل ہیں[19]۔

✓ جو مسلمان ناحق قتل ہوا تو اس کے ورثاء کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ان تین چیزوں میں کسی ایک پر عمل کرے۔ یا تو قصاص لے یا معاف کرے اور یا پھر دیت وصول کرے[20]۔

قصاص کی سزا پر اٹھنے والے شبہات

1. فی زمانہ قصاص کی سزا پر جو بڑا اعتراض کیا جاتا ہے اس کے پیش نظر کوئی انسان جو دوسرے انسان کے ہاتھوں مر جاتا ہے تو قاتل سے بدلہ لے کر مقتول دوبارہ زندہ نہیں ہوتا چنانچہ یہ دوہرے نقصان کے زمرے میں آتا ہے۔
2. بدلہ لینے کے بعد دشمنی کی آگ اور بڑھ جاتی ہے اور انتقام در انتقام کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

شبہات کے جوابات

ان اٹھنے والے اعتراضات کا جواب قرآن حکیم نے اس آیت میں دیا ہے، ملاحظہ ہو:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ[21]

"اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقل مندوں تاکہ تم بچ جاؤ۔"

تفسیر طبری میں اس آیت کے تحت جو تبصرہ کیا گیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عقل مند بندوں سے خطاب فرما رہے ہیں کہ قصاص میں تمہارے لئے زندگی کا پیغام ہے۔ عقل مند قتل کرنے سے پہلے اس کے انجام پر سوچے گا کہ اس کے بدلے میں مجھے قتل کی سزا بھگتنا پڑے گی اور نتیجتاً قتل کے جرم سے باز رہے گا۔ اسی طرح بے وقوف اور عقل سے عاری لوگوں کو خوف کے ذریعے نصیحت دلائی جاتی ہے اگر سزا کا خوف نہ رہے گا تو بے دھڑکے اور بلا خوف وخطر اس کام کو کر گذرے گا[22]۔

جس طرح قتل ناحق ساری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے اس طرح قتل کی روک تھام ساری انسانیت کے لئے حیات نو کا پیام ثابت ہوتا ہے جس میں قصاص کی عقوبت مؤثر کردار ادا کرتی رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا کے اندر اصلاحی پروگرام کے ساتھ بھیجا اور ہر قسم کے فساد کے خاتمہ کی ذمہ داری سونپی۔ جن میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق کی آدائیگی شامل رہی چنانچہ ناحق قتل ہر دین میں ناجائز تھا اور اس کے لئے قانونی ڈھانچہ موجود تھا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قصاص کا حکم صرف اسلام نے نہیں دیا جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

اسلام کا یہ طغرائے امتیاز رہا کہ اس نے قانون قصاص کے ساتھ ساتھ دیت اور معافی کی رعایت بھی دی ہے اور اس کو ایسا بے لچک قانونی دفعہ نہیں بنایا جس میں معافی کی گنجائش ہی نہ رہے۔ دنیا کے اندر جتنے بھی معاشرتی اکائیاں ہیں ان سب میں قتل کے بدلے قتل کا اصول متعارف ہے یہاں تک کہ یورپ اور امریکہ جیسی انسانی حقوق کی علم بردار ریاستیں بھی اس سزا کو درخور اعتنا نہیں سمجھتیں۔اور ہر سال بیسیوں مقدمات میں سزائے موت کا حکم صادر کرتی آئی ہیں۔

اگر کسی معاشرے میں ناانصافی اور فساد کا دور دورہ ہو اور اس کے ساتھ قصاص کا قانون بھی لاگو نہ ہو تو بے گناہ اور معصوم شہری قاتلوں، ڈاکوؤں کے لئے تر نوالہ بن جائیں گے جو قانون اور انصاف دونوں کے نزدیک ایک غیر انسانی رویہ ہے۔

اسی طرح یہ منطق بھی عقل و خرد کی میزان پر پورا نہیں اترتا کہ مظلوم کی بجائے ظالم کے ساتھ ہمدردی روا رکھی جائے۔

نتائج

قصاص شرعاً اور عقلاً ایک تسلیم شدہ جسمانی سزا ہے۔انسانی نفسیات ہر دور میں اس کا تقاضا کر چکی ہے کہ قتل کے بدلے میں قتل کر کے جذباتی تسکین حاصل کی جائے۔اسلام دین فطرت ہے اس نے انسانی سماج کو قتل جیسے سنگین جرم سے پاک رکھنے کے لئے قصاص و دیت کا قانون نافذ

کیا ہے جو سراسر اعتدال پر مبنی ہے۔ قصاص کو حیات کہا گیا ہے کہ لوگوں کی زندگی اس سزا کے نفاذ ہی سے وابستہ ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ النحل۱۶: ۸۸

2 ابن منظور افریقی، لسان العرب ۱۱: ۴۳۰، بذیل مادہ عدل دار صادر بیروت س ن ندارد

3 اصفہانی، أبوالقاسم الحسین بن محمد الراغب، المفردات فی غریب القرآن۱: ۲۲۱، دار القلم، الدار الشامیہ، دمشق، بیروت، ۱۴۱۲ھ

4 امام ابو بکر کاسانی، بدائع الصنائع ۱۵: ۲۲، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

5 نفس مصدر ۱۵: ۱۴۴

6 المفردات فی غریب القرآن۱: ۶۷۱

7 سورۃ المائدہ۵: ۳۲

8 سورۃ النساء۴: ۹۳

9 ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری ، صحیح مسلم ،کتاب القسامۃ (۲۹)باب المجازاة بالدماء(۸)حدیث نمبر (۴۴۷۵)، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ

10 ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الوصایا(۵۸) باب وما للوصي أن يعمل في مال اليتيم وما يأكل منه بقدر عمالته(۲۳)، حدیث(۲۷۶۶)، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ

11 ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات(۱۴) بَابُ التَّغْلِيظِ فِي قَتْلِ مُسْلِمٍ ظُلْمًا (۱) حدیث(۲۶۱۹) مکتبۃ ابی المعاطی، (س-ن)

12 ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب الدیات(۱۵) باب الحكم في الدماء (۸)حدیث (۱۳۹۶)، دار احیاء التراث العربي—بیروت، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء

13 سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات(۱۴) بَابُ التَّغْلِيظِ فِي قَتْلِ مُسْلِمٍ ظُلْمًا(۱)حدیث(۲۶۲۰)

14 سورۃ المائدۃ۵: ۴۵

15 سورۃ البقرۃ۲: ۱۸

16 سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: ۳۳

17 سورۃ البقرۃ ۲: ۱۹۳

18 سورۃ النحل ۱۶ :۱۲۶

19 سنن الترمذی، کتاب تحریم الدم (۳٦) ذکر ما یحل به دم المسلم (۵)، حدیث (۴۰۱۷)

20 أبو داود سلیمان بن الأشعث، سنن أبي داود، کتاب الدیات (۴۰) باب الإِمَامِ يَأْمُرُ بِالْعَفْوِ فِى الدَّمِ (۳)، حدیث (۴۴۹۸) دار الکتاب العربی، بیروت

21 سورۃ البقرۃ ۲: ۱۸۹

22 تفسیر الطبری (جامع البیان عن تاویل آی القرآن) ۲: ۱۱۴، مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۰ھ